ہوتے ہیں۔ ہمارے خیال میں اس "بری" کو لڑکی کا مہر بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ کوئی ہے جو سوچے اور سمجھے؟

---

## حواشی وحوالہ جات

۱۔ سنن نسائی، جلد ۲، رقم الحدیث ۳۳۸۸

۲۔ سنن نسائی مترجم، دوست محمد شاکر۔ محمد عبد الستار قادری، جلد ۳، ص ۳۲۵۔ فرید بک اسٹال، اردو بازار لاہور، بار دوم ۲۰۰۰ء

۳۔ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح باب صداق النساء، جلد ۲، رقم الحدیث ۱۸۵۳، ص ۵۲۷، بار اول ۱۹۸۳ء، فرید بک اسٹال، اردو بازار، لاہور۔

۴۔ امام یوسف زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۱۲۲ھ) مصابیح السیر المحمدیہ (فی شرح کتاب المواہب اللدنیہ) مطبوعہ ازہریہ مصر۔ ۱۳۲۵ھ، میر خواند محمد بن خاوند بن محمود ہروی (متوفی ۹۰۳ھ)۔ روضۃ الصفا فی سیرت الانبیاء والملوک والخلفاء۔ مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ، ۱۸۹۱ء (بحوالہ فقہ القرآن، حقوق نسواں اور باہمی تعلقات، مولانا عمر احمد عثمانی، طبع سوم، ۲۰۰۳ء، ص ۳۳۸۔۳۴۰، ادارہ فکر اسلامی، گارڈن ایسٹ، کراچی نمبر ۳۔)

---

مجلس التفسیر کی جانب سے

نوے سالہ **اشاریہ معارف** اعظم گڑھ

(صفحات ۹۲۴، ناشر: قرطاس، پوسٹ بکس نمبر ۸۴۵۳،

کراچی یونیورسٹی، کراچی۔ ۷۵۲۷۰)

کی اشاعت پر

**محمد سہیل شفیق**

استاد شعبہ اسلامی تاریخ،

رکن مجلس مساعدت، مجلس التفسیر

کو دلی مبارکباد





# تعدد ازدواج کے قرآنی دلائل

ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج

استاذ الفقہ والتفسیر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

اسلام کی یہ خصوصیت مذاہب عالم میں اسے ممتاز کرتی ہے کہ اس نے مردوں کی لا تعداد شادیوں کے رواجی قانون کو چار کی حد تک محدود کر دیا ہے۔ جس زمانے میں یہ قانون مسلمانوں کو دیا گیا اس وقت متعدد لوگ ایسے موجود تھے جنکی بیویوں کی تعداد چار سے زیادہ تھی اور اس قانون (حکم) کے بعد انہیں اپنی باقیماندہ ازواج کو چھوڑنا پڑا۔ مثلاً حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے تو انکی پانچ بیویاں تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ ان میں سے کسی ایک کو طلاق دے دیں اور باقی چار کو رکھ لیں۔ (تفسیر کشاف) غیلان بن سلمہ ثقفیؓ ایمان لائے تو ان کی دس بیویاں تھیں اور وہ سب اسلام قبول کر چکی تھیں۔ انہیں بھی آنحضرت ﷺ نے یہی حکم دیا کہ کوئی چار رکھ لیں باقیوں کو طلاق دے دیں۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۱۱۳۱، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۵۳) عمیرۃ الاسدیؓ ایمان لائے تو انکی آٹھ بیویاں تھیں آنحضرت ﷺ نے انہیں فرمایا کہ ان میں سے کوئی چار رکھ لو باقی چھوڑ دو۔ حضرت قیس بن ثابتؓ بیان کرتے ہیں، جب میں مسلمان ہوا تو میری آٹھ بیویاں تھیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کو بیان کیا تو آپ نے فرمایا ان میں سے چار منتخب کر لو۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث ۱۹۵۲، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: ۲۲۴۲)

---

بیک وقت متعدد ازدواج کا رکھنا قرآن مجید کی جن آیات سے معلوم ہوتا ہے ان میں سب سے نمایاں آیت یہ ہے:

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلث وربع

ۃ وان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ۔ (النساء:۳)

اور اگر تمہیں یتیموں کے باب میں ناانصافی کا اندیشہ ہو تو ان (یتیموں کی) ماؤں سے نکاح کرلو۔ دو، دو، تین تین، چار چار۔ اور اگر تمہیں ان کے مابین ناانصافی کا خوف ہو تو ایک ہی پر اکتفا کرو۔

گویا آیت جس تناظر میں اتری ہے وہ یتیموں اور بیواؤں کی آبادکاری اور کفالت و نگہداری کے مضمون پر مشتمل ہے۔ مگر اس خصوص میں حالت عموم کی نفی نہیں ہوتی جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے۔ اگر اس حکم کو اس کے تناظر میں مخصوص یا محدود کر دیا جائے تو قرآن کے دیگر احکام کو بھی اسی اصول کے پیش نظر اس کے مخصوص پس منظر میں محدود کرنا پڑے گا۔ اس طرح قرآن کے بیشتر احکام اپنے اپنے تناظر میں یعنی مخصوص حالات میں تو قابل عمل ٹھہریں گے اور عام حالات میں عمل سے خارج ہو جائیں گے۔ پھر یہ بھی سوچئے کہ اس طرح کرنے سے قرآن میں آخر بچے گا کیا؟ کہ جنہیں حالات عموی کے تحت روبہ عمل لایا جائے۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ آیت اصلاً تو بیواؤں سے نکاح کرنے کے سلسلے میں اتری ہے مگر غیر بیواؤں سے نکاح کرنا بھی اس کے ذیل میں آتا ہے۔

اس آیت کا دوسرا ترجمہ یہ بھی کیا جاسکتا ہے:

اگر تم ڈرتے ہو کہ بالغ یتیم لڑکیوں کے ساتھ (کفالت کے پہلو سے) انصاف نہ کر سکو گے تو (انہیں) اپنی زوجیت میں لے آؤ۔

ظاہر ہے کہ اس ترجمے کی رو سے بھی ہم ایک حالت خصوص سے نکل کر دوسری حالت خصوص میں داخل ہو جائیں گے۔ پھر نکاح ثانی پر جو پابندی بیواؤں کے تعلق سے بیان کی جاتی ہے۔ وہی پابندی اب یتیم لڑکیوں کے تعلق سے عائد ہوگی۔ بایں صورت یہاں بھی حالت عموم کا نفاذ نہیں ہو سکے گا۔

دوسری بات یہ کہ عموم وخصوص کی بحث اپنی جگہ، اس آیت سے نکاح ثانی بلکہ نکاح ثالث و رابع تک کے جواز کا استنباط، ہر معمولی عقل والا خود بھی کرسکتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ نکاح ثانی کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ پہلی کو چھوڑ دیا جائے۔ پھر دوسری کی جائے جیسا کہ بعض دانشوروں کا خیال ہے۔ یہاں نکاح ثانی کا حکم ''تعدد ازدواج'' کی صورت میں ہی دیا گیا ہے۔ (تفصیل آگے آتی ہے)

تعدد ازدواج کی پہلی دلیل مثنیٰ وثلث وربع ہے۔ جسمیں دو دو، تین تین اور چار چار کی بات کی گئی ہے۔ ایک وقت میں ایک ہی بیوی کا اصول اگر مستقل اور دائمی اور ناقابل تغیر وتبدل ہوتا تو مثنیٰ وثلث





وربع کے الفاظ ہرگز استعمال نہ ہوتے۔

دو دو، تین تین اور چار چار کے الفاظ سے مراد یہ ہے کہ یہ تعداد نکاح کرنے والوں کے حالات کے مطابق ہونی چاہئے۔ اگر حالات کا تقاضا دو شادیوں کا ہو تو دو کرنی چاہئیں۔ اور اگر حالات تین کی اجازت دیں تو تین۔ علیٰ ھذا القیاس حالات کے مطابق بیک وقت چار تک شادیاں کی جاسکتی ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔

دوسری دلیل الا تعدلوا کے الفاظ میں موجود ہے جسمیں عدل کی شرط کا بیان ہے۔ ظاہر ہے کہ عدل کی شرط، بیک وقت متعدد بیویاں رکھنے کی صورت میں ہی عائد ہوسکتی ہے۔ عدل کی اس کڑی شرط نے ضرورت کی ناگزیریت کو تسلیم کرنے کے باوجود بہر حال دوسری شادی سے ایک قسم کی روک ضرور پیدا کردی ہے۔

مذکورہ بالا آیت کے سیاق میں تعدد ازدواج کا ذکر جس ''ظاہری ضرورت'' کے تحت کیا گیا ہے وہ اصلاً یتیموں یا بیواؤں کی خبر گیری اور سرپرستی کی ضرورت کا پہلو ہے (جیسا کہ اوپر مذکور ہوا) اگر کوئی اسی پہلو سے تعدد پر عمل کرنا چاہے تو ایسا نکاح خالصتاً ''منصوص'' ہوگا۔ مگر یہ اجتہادی اصول بھی سب کو تسلیم ہے کہ جو کام کسی ایک ضرورت کے تحت جائز ہو، وہ اس جیسی کسی دوسری ضرورت میں بھی جائز قرار پاتا ہے۔ اوپر ہم نے ''ظاہری ضرورت'' کے الفاظ لکھے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک چیز ہے ظاہری ضرورت اور دوسری ہے اصل ضرورت۔ ہمارے خیال میں عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت کو ضرورت ظاہری کی ایک شکل قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس لیے اس ضرورت کی حالت وکیفیت جہاں اور جس قدر پائی جائیگی۔ وہاں تعدد کی ضرورت بھی اسی کے مطابق ہوتی جائیگی۔ جیسا کہ روزنامہ جنگ کراچی میں ۱۵ جنوری ۲۰۰۶ء کی اشاعت میں ایک خبر شائع ہوئی۔ جسکا متن یہ ہے:

> جمہوریہ چیچنیا کے قائم مقام وزیر اعظم رمضان قدیروف نے تجویز دی ہے کہ جنگ کے دوران بہت زیادہ تعداد میں مردوں کی ہلاکت کی وجہ سے ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت ہونی چاہئے۔ روسی ریڈیو پر گفتگو کرتے ہوئے روس نواز رہنما نے کہا کہ یہ چیچنیا کے لیے ضروری ہے کیونکہ ہم حالت جنگ میں ہیں اور ہمارے یہاں مردوں کی تعداد عورتوں کی نسبت کم ہے۔ انگی اس تجویز کی حمایت پارلیمنٹ کے ڈپٹی اسپیکر ولادیمیر ژیرینووسکی نے بھی کی ہے۔ روسی قانون میں صرف ایک شادی کی اجازت ہے لیکن اسلامی قانون میں ایک مرد کو چار شادیاں کرنے کی اجازت ہے۔ رمضان

قدیروف نے کہا کہ عورتوں کی تعداد مردوں کی نسبت دس فیصد زیادہ ہے اور مردوں کو حکومت کی مداخلت کے بغیر اپنے لیئے عورتوں کا انتخاب کرنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔ زیرینوفسکی نے کہا کہ ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت پورے روس میں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ ہمارے یہاں ایک کروڑ غیر شادی شدہ خواتین ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ پارلیمنٹ کے اجلاس میں قانون میں اس ترمیم کو متعارف کرائیں گے۔

علاوہ ازیں سماجی ضروریات بھی بعض اوقات، تعددازدواج کا تقاضا کرتی ہیں۔ فرض کیجیے کہ کسی شخص کی بیوی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جو بہت لمبے عرصے تک چلنے والی ہو اور جس میں شفایابی کی امید یا تو بالکل نہ ہو یا بہت کم ہو اور دوسری طرف اسکا شوہر تندرست و توانا اور فطری طور پر جنسی آسودگی کا طلب گار ہو تو بتایئے کہ ان حالات میں وہ کیا کرے؟ واضح ہو کہ فقہاء کے مطابق نکاح ایک ایسا معاہدہ ہے جو عورت سے حصول تمتع کی خاطر مالک ہونے کے لیے کیا جاتا ہے۔ (۱) ایسی صورت میں وہ شخص کیا اپنی بیوی کو طلاق دے دے یا کسی ناجائز طریقے سے اپنی جنسی خواہش پوری کرتا رہے یا پھر وہ دوسری شادی کرلے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ عدل وانصاف اور انسانی ہمدردی کے پہلو سے مؤخر الذکر صورت ہی قابل عمل ہے۔

اسی طرح فرض کیجئے کہ کسی شخص کی بیوی بانجھ ہو، مستند ڈاکٹر اور میڈیکل رپورٹس کے مطابق وہ ماں بننے کی صلاحیت سے محروم ہو۔ دوسری طرف اس کا شوہر نہ صرف صحت مند بلکہ مالدار بھی ہو، اور فطری طور پر صاحب اولاد ہونے کا خواہشمند بھی۔ کیونکہ نکاح کا مقصد جائز اولاد پیدا کرنا بھی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے۔

وقدموا لانفسکم (البقرہ/۲۲۳) اور اپنے لیئے (نسل کو) آگے بڑھاؤ۔

بتایئے کہ ایسا شخص کیا کرے؟ آیا اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ یا اپنی فطری خواہش کا گلا گھونٹ دے یا پھر پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کرلے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہاں بھی مؤخر الذکر صورت ہی قابل عمل ٹھہرتی ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مرد کی جنسی صلاحیت وقوت عورت کے مقابلے میں کہیں زیادہ طولانی ہوتی ہے۔ عورتیں مردوں کے مقابلے میں بہت جلد اپنی جنسی رغبت کھو بیٹھتی ہیں۔ اسکے علاوہ ایام ماہواری، نیز وضع حمل کے بعد تقریباً چالیس دنوں تک ان سے جنسی ملاپ بھی ممکن نہیں ہو پاتا۔ یہ عورتوں کے وہ مستقل مسائل ہیں کہ جنہیں کسی طور پر بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ یہ امر بھی بعض مخصوص صورتوں





میں مردوں کو دوسری شادی پر مجبور کر دیتا ہے۔ کیونکہ بعض مردوں کی جنسی خواہش شدید ہوتی ہے۔ اتنی شدید کہ اگر اسے جائز طریقے سے پورا نہ کرنے دیا جائے تو وہ خواہش انہیں غیر شرعی اور غیر فطری راہوں پر بھی ڈال سکتی ہے۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جن قوموں نے تعددازدواج کو برا سمجھا ہے۔ وہی قومیں اکثر وبیشتر زناکاری میں مبتلا ہوئی ہیں۔

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں: بڑے بڑے ڈاکٹروں اور ماہرین حیاتیات کی شہادتیں اس تجربہ ومشاہدہ کی تائید میں ہیں کہ طبعی ضرورت سے قطع نظر مرد کی شہوانی جبلت تنوع پسند بھی ہے۔ اس لیئے جو شریعت اس کی اس جبلت کی کوئی رعایت اپنے نظام میں نہیں رکھتی۔ وہ اور کچھ بھی ہو، بہرحال خدائی اور مطابق فطرت نہیں کہی جاسکتی۔

بعض شادی شدہ مردوں میں عورتوں کے لیئے اتنی جاذبیت اور کشش موجود ہوتی ہے کہ وہ ان مردوں کی دوسری بیوی بننا (بغیر کسی دباؤ کے) بخوشی قبول کرلیتی ہیں۔ ایسے مردوں کے لیئے دوسری شادی کو کیسے روکا جاسکتا ہے؟

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ "میں نے یورپ کی کئی فیشن زدہ مگر مذہبی خیالات وجذبات رکھنے والی عیسائی دوشیزاؤں سے پوچھا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں اور وہ ایک سے زائد بیویوں کی موجودگی میں تم سے نکاح کرنا چاہیں تو کیا تم انکار کروگی؟ ایک بھی کسی دوشیزہ نے اس سوال کے جواب میں نہیں کہنے کی جرأت نہیں کی۔" (۲)

ہمارے خیال میں دوسری شادی کی اجازت مرد کو شریعت وفطرت ہر دو نے بعض ضرورتوں کے پیش نظر دے رکھی ہے۔ اس لیئے اسے پہلی بیوی کی اجازت سے مشروط کرنا صاحب استحقاق مردوں کے ساتھ زیادتی ہے۔ جسٹس (ریٹائرڈ) ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن نے اپنی کتاب مجموعہ قوانین اسلام جلد اول میں لکھا ہے کہ "پاکستان کے نافذ الوقت قانون میں ایک بیوی کی موجودگی میں دوسرے نکاح کی اجازت کے حصول کے لیئے موجودہ زوجہ کی مرضی غیر منطقی اور غیر حقیقی ہے۔ اس کو حذف کر دینا چاہیئے۔ نیز دوسری شادی کے سلسلے میں ثالثی کونسل کا تقرر بھی غیر ضروری ہے، کیونکہ موجودہ بیوی کو فریق کی حیثیت حاصل نہیں، دراصل یہ معاملہ عائلی عدالت کے روبرو پیش کیا جانا چاہیئے۔ جو شرعی مصالح کے پیش نظر سرسری سماعت کے بعد اجازت دینے کی مجاز ہو۔ (۳)

البتہ یہ امر لائق فہم اور قابل قبول لگتا ہے کہ مرد کی شادی کے وقت اسکی پہلی بیوی اگر یہ شرط لگادے کہ اس کا شوہر اسکی موجودگی میں دوسری شادی نہیں کرسکتا تو ایسے مرد کو دوسری شادی کی اجازت

ازروئے معاہدہ نہیں دی جا سکتی۔ تاوقتیکہ پہلی بیوی اپنی یہ شرط واپس نہ لے لے۔ اس حوالے سے خاندان عباسیہ کے خلیفہ المنصور کا قصہ تاریخ میں از حد مشہور و معروف ہے۔ خلیفہ المنصور نے اپنی بیوی کے ساتھ شادی کے وقت دوسری شادی نہ کرنے کی شرط کو منظور کر لیا تھا۔ چنانچہ اس دور کا کوئی مفتی اس شرط کو غیر قانونی یا غیر اسلامی قرار دینے کا فتویٰ نہ دے سکا۔ (۴)

بیک وقت دو بیویوں کے رکھنے کا تصور اس آیت میں بھی موجود ہے۔

وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف ط (النساء ۲۳)

اور یہ کہ تم پر دو سگی بہنوں کا ایک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام ہوا مگر یہ کہ جو پہلے گزر چکا (وہ معاف ہے)

دو بہنیں (خواہ وہ حقیقی ہوں یا ماں شریک یا باپ شریک) ایک مرد کے نکاح میں ایک وقت میں حرام کر دی گئی ہیں۔ (اس پر قیاس کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے خالہ بھانجی اور پھوپھی بھتیجی کو بھی ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا ہے) اس قانون سے خود بخود واضح ہوتا ہے کہ دو عورتیں اگر آپس میں بہنیں نہ ہوں (یا پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی نہ ہوں) تو ایک ہی مرد کے نکاح میں جمع ہو سکتی ہیں۔ یہاں چونکہ یتیم بچیوں اور بیواؤں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس سے تعدد ازدواج کی اپنی ضرورتوں کے قانون کا بھی پتہ چلتا ہے واضح ہو کہ یہ وہ ضرورتیں ہیں جو یتیم بالغ لڑکیوں اور بیواؤں کی بہبود سے بالکل ہٹ کر ہیں۔

---

اسی طرح اس آیت کو بھی دیکھیے۔

ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او اباء ھن او اباء بعولتھن او ابناء ھن او ابناء بعولتھن۔

(النور ۳۱)

ان الفاظ میں عورتوں کو جن رشتوں کے سامنے زیب و زینت کے اظہار کی اجازت دی گئی ہے۔ وہ یہ ہیں۔ ۱۔شوہر ۲۔باپ ۳۔شوہر کے والد ۴۔اپنے بیٹے ۵۔اور شوہر کے بیٹے اپنے بیٹے اور شوہر کے بیٹے میں حقیقی اور غیر حقیقی کا فرق بتایا گیا ہے۔ شوہر کے بیٹوں سے مراد جہاں کسی مرحومہ یا مطلقہ کے بیٹے ہو سکتے ہیں۔ وہیں کسی موجودہ بیوی کے بیٹے بھی ہو سکتے ہیں۔ اس امکان کو تسلیم کرنے کی صورت میں یہ آیت بھی تعدد ازدواج کے حق میں ہماری دلیل ہے۔ اور اس کلچر کی نمائندہ جو عربوں میں رائج تھا۔

---





وان اردتم استبدال زوج مکان زوج وا تیتم احدھن قنطارا. فلا تاخذوا منه شیا۔ (النساء ۲۰)

اور اگر تم ایک بیوی کو چھوڑ کر اس کی جگہ دوسری بیوی کا ارادہ کرو تو جو کچھ تم نے ان میں سے کسی ایک کو ڈھیر سا مال دے دیا ہے تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔

ہمارے نزدیک یہ آیت بھی تعدد ازدواج کے حق میں ہماری دلیل ہے۔ آیت میں احدھن کا لفظ خصوصی توجہ کا متقاضی ہے۔ (احد مضاف ھن ضمیر جمع مؤنث غائب، مضاف الیہ) اس کا مطلب ہے ان عورتوں میں سے کسی ایک کو۔ معلوم رہے کہ احدھن کا معنی بعض اردو تراجم میں صحیح یا کامل طور پر ادا نہیں کیا گیا ہے۔ جسمیں تعدد ازدواج کا مفہوم پوشیدہ ہے۔ تاہم تعدد کے مفہوم کو جن تراجم نے اپنے اندر سمویا ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

اور اگر تم چاہو بدل لینا، ایک جورو کا، ایک جورو کی جگہ (یعنی ایک کو طلاق دے کر دوسری سے نکاح کرنا) اور تم نے ان میں سے ایک کو بہت سا مال دیا ہو تو مت لو اس میں سے کچھ۔ (سر سید احمد خان)

ترجمہ میں درج ذیل الفاظ، تعدد ازدواج کے مفہوم کو ادا کر رہے ہیں۔

''ان میں سے ایک کو''

اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی ہی کرنا چاہو اور ان میں سے کسی کو تم نے خزانہ کا خزانہ دے رکھا ہو تو بھی اس میں سے کچھ نہ لو۔ (مولانا محمد جونا گڑھی)

ترجمہ میں درج ذیل الفاظ قابل توجہ ہیں۔

''ان میں سے کسی کو''

اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اس ایک کو جس کو چھوڑنا چاہتے ہو، ڈھیر مال دے چکے ہو تو تم اس مال میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ (احمد سعید دہلوی)

تعدد ازدواج کے مفہوم کی ادائیگی کے لیے یہ الفاظ دیکھیے۔

اس ایک کو جس کو چھوڑنا چاہتے ہو۔

اس مفہوم کی تائید میں درج ذیل مترجمین مثلاً مولانا محمود حسین، سید محمد محدث کچھوچھوی، مولانا فرمان علی (اہل تشیع) مفتی احمد یار خان نعیمی، مولانا احمد سعید کاظمی، اور مولانا غلام رسول سعیدی کے تراجم بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

بہر حال آیت کو بحیثیت مجموعی دیکھنے سے تعدد ازدواج میں چار کی تحدید کا مفہوم اخذ ہوتا ہے

لگتا کچھ یوں ہے کہ اگر کسی مرد کے پاس پہلے سے چار بیویاں ہوں اور وہ کسی نئی عورت کو اپنی بیوی بنانا چاہتا ہے تو بایں صورت اسکی پانچ بیویاں ہو جائینگی جو خلاف قانون ہوگا۔ اس لیئے ضروری ہے کہ وہ اپنی سابقہ بیویوں میں سے کسی ایک کو طلاق دے پھر نئی عورت کو اپنی زوجیت میں لائے۔ اسطرح یہ آیت بھی تعدد ازدواج کی دلیل ہے۔

لیکن اس خاص صورتحال سے ہٹ کر بھی اگر کوئی مرد اپنی واحد منکوحہ کو کسی عذر شرعی کی بنیاد پر چھوڑتے ہوئے کسی نئی عورت سے شادی کرنا چاہے تو بھی اسے ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ یعنی اپنے دیئے ہوئے مال میں سے وہ کچھ بھی واپس نہیں لے سکتا۔ اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کسی ایک بیوی سے اگر گھر آباد نہ ہو پائے تو اس بنیاد پر دیگر عورتوں سے بد ظنی ٹھیک نہیں۔ مرد کے پاس بیوی کا موجود ہونا بہر حال ضروری ہے۔ اسلام عمومی حالات میں دراصل مرد کو بغیر بیوی کے دیکھنا نہیں چاہتا۔

---

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ ۔ (النسآء ۱۲۹)

تمہارے اندر بیویوں کے درمیان عدل محبت کی استطاعت ہرگز نہیں ہوسکتی۔ گو کہ تم اس کے حریص بھی ہو۔ پس تمہیں چاہیئے کہ کسی ایک بیوی سے اس طرح وابستہ نہ ہو جاؤ کہ دوسری کو معلق کردو۔

اس آیت میں مردوں کے عدل کا ذکر عدم استطاعت کی صورت میں کیا گیا ہے۔ جس سے یہ غلط فہمی ہوئی کہ بیک وقت دو بیویاں رکھنا خلاف عدل ہے۔ اس لیئے تعدد ازدواج جائز نہیں۔ مگر یہ مفہوم ادھوری آیت پڑھ کر اخذ کیا گیا۔ اگر پوری آیت پڑھی جاتی تو پتہ چلتا کہ جس عدل کی عدم استطاعت بیان کی گئی ہے وہ محبت میں عدل ہے۔ جو بالکل فطری امر ہے دراصل متعدد بیویوں سے ایک جیسی محبت ہو ہی نہیں سکتی۔ تو کیا اس ''اصول فطرت'' کی موجودگی میں تعدد ازدواج ممنوع قرار پائے گا؟ ہرگز نہیں۔ اس لیئے کہ آیت نے مردوں کے عدل کی تعریف ان کے عدم ظلم سے کی ہے۔ آیت کا مجموعی مفاد یہ ہے کہ بیویوں پر ظلم نہ کیا جائے یعنی بیویوں میں سے کوئی بھی اپنے آپ کو بے سہارا، بے آسرا اور بے کفالت نہ سمجھے، اگر ایسا ہوا تو یہ خلاف عدل ہوگا۔ اس طرح آیت میں عدل کی دو قسمیں کردی گئی ہیں۔ ایک محبت میں عدل ہے، جو ناممکن ہے اور دوسرا بیویوں کو ان کی ضروریات کے مطابق نان نفقہ، علاج معالجہ، بستر و شک وغیرہ فراہم کرنے میں عدل ہے۔ جو عدل ظاہر ہے اور ممکن العمل بھی ہے۔ اس طرح کے عدل کو چھوڑنا یقیناً عورت کو معلق کرنے کے مترادف ہوگا۔ قرآن نے اسی عدل کے ساتھ تعدد ازدواج کی





اجازت دی ہے۔ جو ان ضروریات کو پورا نہ کر سکے اسے متعدد بیویاں رکھنے کی کسی صورت بھی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

حوالہ جات


۱۔ کنز الدقائق، کتاب النکاح، ص ۷۶، المکتبۃ العربیہ، دستگیر کالونی، کراچی۔ سن اشاعت درج نہیں

۲۔ محمد رسول اللہ، ترجمہ: پروفیسر خالد پرویز، ص ۲۵۵، مکتبہ الحسن بکس، حقانی مارکیٹ، اردو بازار لاہور، اشاعت دوم ۲۰۰۵ء

۳۔ ص ۱۳۳، وقفہ ۱۸، ادارہ تحقیقات اسلامی، الجامعۃ الاسلامیۃ العالمیہ، اسلام آباد، اشاعت سوم ۱۹۸۷ء

۴۔ محمد رسول اللہ، مصنف ڈاکٹر حمید اللہ، ص ۲۲۱


---


## علمی، فکری و تحقیقی نشست

مجلس تفسیر، جامعہ کراچی کے زیر اہتمام ہر انگریزی مہینے کے پہلے اتوار کو صبح دس بجے، ماہانہ علمی، فکری و تحقیقی نشست کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس میں اسلام اور اسلام کے تعلق سے پیدا ہونے والی مختلف النوع تحقیقات کو مقالات کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ ہر نشست میں کسی بھی صاحب فکر و نظر اور محقق کو اپنا مقالہ پیش کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ مقالہ پیش کرنے یا اس نشست میں شریک ہونے کے لیے کوئی شرط نہیں ہے۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

مقالہ نگاروں سے گزارش ہے کہ وہ اپنا مقالہ پیش کرنے سے کم از کم ایک ہفتہ قبل مجلس تفسیر کے سربراہ ڈاکٹر شکیل اوج سے رابطہ کریں۔ تاکہ مقالہ نگار اور ان کے عنوان مقالہ کی مناسب تشہیر و اشاعت قومی اخبارات کے ذریعے ممکن ہو سکے۔

مجلس میں پیش کیے جانے والے منتخب تحریری مقالات کو مجلہ ''التفسیر'' میں شائع کیے جانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

فکری نشست کا انعقاد C-43، اسٹاف ٹاؤن، یونیورسٹی کیمپس، یونیورسٹی آف کراچی میں کیا جاتا ہے۔

برائے رابطہ 021-4802368

Cell: 0300-2236558

E-mail: sascom7@yahoo.com

# حدود آرڈیننس۔ حد قذف

## (کتاب وسنت کی روشنی میں)

ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی
سابق ڈین، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

قرآن کریم کی رو سے معاشرتی اعتدال اور توازن برقرار رکھنے کے لئے، معاشرے کی بنیادی اکائی یعنی خاندان کے دونوں اساسی ارکان یعنی مرد اور عورت کے حقوق وفرائض کا اس طرح تعین کیا گیا ہے کہ کسی رکن کو اپنی حق تلفی یا کمتری کا احساس نہ ہو۔ مرد اور عورت کے فرائض اور دائرہ کار الگ الگ ہیں اس لئے ان کے حقوق میں توازن برقرار رکھنے کے لئے قرآن کریم نے مرد کو انتظام میں اور عورت کو احترام میں دوسرے فریق پر برتری دی ہے۔

اسلام نے تحفظ نسب کے لئے جہاں نکاح کا ایک مقدس اور باقاعدہ ادارہ تمام قوانین و ضوابط کے تعین کے ساتھ تشکیل کیا ہے اور معاشرے سے بدکاری، بے حیائی اور فحاشی کا قلع قمع کرنے کے لئے ایک مکمل ضابطہ اخلاق وقانون مدون کیا ہے، جس کی خلاف ورزی پر سنگین سزائیں مقرر کی ہیں، وہیں اس امر کا اہتمام کیا ہے کہ کوئی فرد کسی دوسرے فرد کی عزت وآبرو پر حرف گیری نہ کرے اور کسی کی عصمت و عفت پر زبان طعن دراز نہ کرے۔

احترام انسانیت کے ضوابط کے تحت قرآن حکیم نے غیبت، چغلی، طعنہ زنی، بدگمانی، تجسس اور طنز واستہزاء کی ممانعت کردی لیکن جو چیز کسی فرد کی عزت وناموس کو آخری حد تک پہنچانے کا باعث ہوسکتی ہے وہ یہ ہے کہ اسے بدکاری میں ملوث بتایا جائے یا اس کی اپنے والد کی طرف نسبت کو نادرست قرار دیا جائے۔ چنانچہ عزت وآبرو کے خلاف اس آخری درجے کے جرم پر قرآن حکیم نے آخری درجے کی سزا مقرر کی ہے اور وہ ہے حد قذف۔

حکومت پاکستان نے ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء کو آرڈیننس نمبر ۸ مجریہ ۱۹۷۹ کے تحت جرم قذف (نفاذ حد) کے تحت قذف کے جرم سے متعلق قانون کو اسلامی احکام کے مطابق بنانے کے لئے آرڈیننس جاری کیا، جو بیس دفعات پر مشتمل ہے۔

دفعہ نمبر ۱ آرڈیننس کے مختصر عنوان، وسعت اور آغاز پر مشتمل ہے۔

دفعہ نمبر ۲ میں بالغ، حد تعزیر، زنا بالجبر کی تعریفات ہیں۔

دفعہ نمبر ۳ میں قذف کی تعریف، دو تشریحات اور دو استثناء ہیں۔

دفعہ نمبر ۴ میں قذف کی دو اقسام کا بیان ہے۔

دفعہ نمبر ۵ قذف مستوجب حد کو بیان کرتی ہے۔

دفعہ نمبر ۶ میں بتایا گیا ہے کہ قذف مستوجب حد کا ثبوت کیسے ہوسکتا ہے۔

دفعہ نمبر ۷ میں قذف مستوجب حد کی سزا بتائی گئی ہے۔

دفعہ نمبر ۸ میں بتایا گیا ہے کہ استغاثہ کون دائر کرسکتا ہے۔

دفعہ نمبر ۹ میں وہ صورتیں جن میں حد عائد یا نافذ نہیں کی جائے گی۔

دفعہ نمبر ۱۱ سے ۱۳ تک قذف مستوجب تعزیر کا بیان ہے۔

دفعہ نمبر ۱۴ لعان کو بیان کرتی ہے۔

دفعہ نمبر ۱۵ کا تعلق بھی تعزیر سے ہے۔

دفعہ نمبر ۱۶۔ ۱۷ میں تعزیرات پاکستان کی ان دفعات کا ذکر ہے جن کا قذف کی تعزیری سزاؤں سے تعلق ہے یا جو حد قذف کے نفاذ کے باعث منسوخ ہوگئی ہیں۔

دفعہ نمبر ۱۸ میں افسر عدالت کے مسلمان ہونے کا بیان ہے۔

دفعہ نمبر ۱۹ میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ آرڈیننس دوسرے قوانین پر غالب رہے گا۔

دفعہ نمبر ۲۰ ان مقدمات کو اس آرڈیننس سے مستثنیٰ قرار دیتی ہے جو اسکے آغاز نفاذ سے قبل کسی عدالت میں زیر سماعت تھے۔

حدود آرڈیننس کا جو حصہ تعزیرات پر مشتمل ہے اسے حدود آرڈیننس سے الگ کر کے تعزیرات پاکستان میں شامل کیا جائے۔ ان دفعات کا حدود سے کوئی تعلق نہیں ہے اور انہیں حدود

آرڈیننس میں شامل کرنا اور انہیں کتاب وسنت کے قوانین قرار دینا خلاف واقعہ اور افترا علی اللہ (اللہ پر بہتان) ہے۔ البتہ جن دفعات کا تعلق حد قذف سے ہے وہ بجا طور پر اس امر کی متقاضی ہیں کہ کتاب و سنت کی روشنی میں ان کا جائزہ لیا جائے آیا کہ واقعتاً وہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے ہم آہنگ ہیں؟ اگر نہیں تو ان میں کیا تبدیلی کی جائے تاکہ وہ اسلام کے منصوص اور غیر مبدل قوانین کے مطابق ہو جائیں۔

اس حوالے سے جب حد قذف آرڈیننس کا مطالعہ کیا گیا تو مندرجہ ذیل دفعات پر کتاب و سنت کی روشنی میں از سر نو غور کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی:

۱۔ حد قذف کا دائرہ کار (دفعہ ۱)

۲۔ قذف کی تعریف (دفعہ ۳)

۳۔ گواہی اور تزکیہ الشہود (دفعہ ۴)

۴۔ استغاثہ کون دائر کر سکتا ہے؟ (دفعہ ۸)

۵۔ حد زنا میں گواہوں کا چار سے کم رہ جانا (دفعہ ۹)

۶۔ ایسے مقدمات جن میں حد قذف نافذ نہیں کی جا سکتی (دفعہ ۹)

۱۔ حد قذف کا دائرہ کار

حد قذف آرڈیننس کی دفعہ نمبر ۱/۳ کے تحت یہ آرڈیننس پاکستان پر وسعت پذیر ہوگا۔

اس سلسلے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا غیر مسلم بھی اس آرڈیننس میں شامل ہیں یا نہیں؟ حد زنا آرڈیننس پر بحث کے دوران ہم نے اس سوال پر سیر حاصل بحث کی ہے، البتہ حد قذف اور حد زنا میں ایک بنیادی فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ حد زنا خالصتاً حق اللہ ہے جبکہ حد قذف صرف حق اللہ نہیں بلکہ بندے کا حق بھی اس سے متعلق ہے کیونکہ قذف کی وجہ سے اس شخص کی آبرو پر حرف آتا ہے، اور اسکی بدنامی اور رسوائی ہوتی ہے جسے قذف کیا گیا ہو۔ قذف کے اس پہلو پر فقہاء نے توجہ دی ہے:

حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ قذف میں حق اللہ اور بندے کے حق کا امتزاج ہے البتہ اس میں اللہ کا حق غالب ہے۔ قذف کسی کی عزت پر حملہ کرنے کا جرم ہے اور اس جرم پر سزا دینا مصلحت عامہ کا تقاضا ہے اس میں بندوں کی مصلحت، لوگوں کی عزتوں کی حفاظت اور لوگوں سے فساد دور کرنے کا اہتمام ہے۔ (۲)





شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ حد قذف خالصتاً اس بندے کا حق ہے جسے قذف کیا گیا ہے، کیوں کہ قذف کسی کی عزت پر حملہ ہے اور عزت متعلقہ فرد کا ذاتی حق ہے (۳)

اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اگر قذف کا مقدمہ عدالت میں پہنچ جائے تو مقذوف کو معافی کا اختیار ہے نہ صلح کا اور نہ معاوضہ لینے کا۔ اگر مقذوف مر جائے تو حد ختم نہیں ہوتی۔ شافعیہ کے نزدیک مقذوف کسی بھی مرحلے پر معاف کر سکتا ہے، صلح کر سکتا ہے اور معاوضہ لے کر بھی چھوڑ سکتا ہے۔ اگر کارروائی کے دوران مقذوف مر جائے تو ورثاء مقدمہ جاری رکھ سکتے ہیں۔ (۴)

مذکورہ بالا اختلاف میں اس امر پر اتفاق ہے کہ قذف بندے کا حق بھی ہے خواہ خالص بندے کا حق ہو یا اللہ اور بندے دونوں کے حقوق کا امتزاج ہو، لیکن جب یہ امر ثابت ہے کہ قذف بندے کا حق بھی ہے تو اس سے غیر مسلموں کا استثناء درست نہیں ہے۔

کسی کی عزت پر جو کوئی حملہ کرے خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم اسے اس کی سزا ملنی چاہیے۔ اس دفعہ کو جب دفعہ ۵ کی تشریح نمبر ا کے ساتھ ملا کر پڑھیں جس میں محصن کی تعریف کی گئی ہے تو ایک کھلا تضاد سامنے آتا ہے، اس پر بحث متعلقہ مقام پر کی جائے گی۔

## ۲۔ قذف کی تعریف

آرڈیننس کی دفعہ ۳ میں قذف کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

''جو کوئی بھی الفاظ کے ذریعے چاہے وہ بولے گئے ہوں یا جن کا پڑھا جانا مقصود ہو یا علامتوں کے ذریعے یا مرئی تمثیلات کے ذریعے، کسی شخص سے متعلق، اسے ضرر پہنچانے کی نیت سے یا یہ جانتے ہوئے یا یہ باور کرنے کی وجہ رکھتے ہوئے کہ ایسا اقدام مذکورہ شخص کی شہرت کو نقصان پہنچائے گا یا اس کے جذبات کو مجروح کرے گا، زنا کا الزام لگائے یا شائع کرے تو وہ ماسوائے ان صورتوں میں جنہیں بعد ازیں مستثنیٰ قرار دیا گیا قذف کا مرتکب کہلائے گا''۔

اس دفعہ میں دو امور مستثنیٰ کر دیے گئے ہیں:

۱۔ حقیقت پر مبنی اتہام جس کے لگائے جانے یا شائع کیے جانے کا تقاضا مفاد عامہ کرتا ہو:

یہ قذف نہیں ہے کہ کسی شخص پر زنا کی تہمت لگائی جائے، اگر اتہام حقیقت پر مبنی ہو اور مفاد عامہ میں لگایا جائے یا شائع کیا جائے۔ یہ امر متعلقہ واقعات ہے کہ آیا یہ مفاد عامہ میں ہے یا نہیں۔

۲۔ مجاز شخص کے سامنے نیک نیتی سے عائد کیا گیا الزام ماسوائے ان صورتوں کے جو بعد ازیں مذکور ہیں یہ

قذف نہیں ہے کہ کسی شخص کے خلاف ایسے اشخاص میں سے کسی ایک کے سامنے جو اس شخص پر الزام کے موضوع کے نسبت اختیار مجاز کے حامل ہوں نیک نیتی سے زنا کا الزام عائد کیا جائے'' (۵)

**قذف کی مذکورہ بالا تعریف کا جائزہ**

قذف کی تعریف تمام فقہا کے نزدیک یہ ہے:

''کسی پاک دامن پر زنا کی تہمت لگانا یا اس کے نسب کا انکار کرنا'' (۶)

**دونوں تعریفوں میں فرق**

فقہاء کی تعریف کی رو سے کوئی بھی شخص کسی پاک دامن فرد پر زنا کا الزام عائد کرتا ہے یا اس کے معلوم نسب کا انکار کرتا ہے تو وہ قذف کا مرتکب ہے، خواہ وہ نیک نیتی سے ایسا کرے، اپنی تحقیق کی بنا پر، اپنے علم کے مطابق، دوستی، محبت اور پیار میں یا کسی بھی طریقے سے ایسے الفاظ ادا کرنا قذف ہے جبکہ آرڈیننس کے الفاظ ''اسے ضرر پہنچانے کے نیت سے یا یہ جانتے یا باور کرنے کی وجہ رکھتے ہوئے کہ ایسا اقدام مذکورہ شخص کی شہرت کو نقصان پہنچائے گا یا اس کے جذبات کو مجروح کرے گا'' نے ایک ایسی شاہراہ کھول دی ہے کہ کوئی بھی شخص کسی کو قذف کر کے یہ کہہ سکتا ہے کہ:

''میری نیت یہ نہیں تھی کہ اسے ضرر پہنچے یا اس کی شہرت داغ دار ہو یا جذبات مجروح ہوں بلکہ میں نے نیک نیتی سے یا ہنسی مذاق میں یا محبت میں ایسا کہہ دیا'' تو آرڈیننس کی رو سے یہ قذف نہیں ہوگا، کیونکہ اس دھرتی پر ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے، جس سے یہ معلوم کیا جائے کہ کسی شخص کی نیت کیا تھی؟

جہاں تک نیت کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں اسلامی شریعت کا اصول یہ ہے کہ:

کوئی گناہ حسن نیت سے معصیت کے دائرے سے خارج نہیں ہو جاتا۔ کسی بھی رشوت خور، بددیانت اور سمگلر کے گھر ڈاکہ ڈال کر اس کی دولت غرباء میں تقسیم کرنے سے ڈاکے کا جرم معاف نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ قرآن حکیم نے قذف کی سزا بیان کرتے ہوئے فرمایا:

والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا اولئک هم الفاسقون۔ (۷)

''جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر چار گواہ نہیں لاتے تو انہیں اسی (۸۰) کوڑے مارو اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، یہ لوگ فاسق ہیں۔''

اس آیت میں دو ہی شرائط مذکور ہیں:





۱۔ جس عورت پر تہمت لگائی گئی ہو وہ محصنہ ہو۔

۲۔ تہمت لگانے والا چار گواہ نہ پیش کر سکے۔

قرآن، سنت اور فقہ اسلامی میں سے کسی نے بھی ''نیت'' کی شرط عائد نہیں کی۔ اس لئے یہ شرط کتاب و سنت کے خلاف ہے۔

اسی دفعہ کے پہلے استثناء میں ہے:

''یہ قذف نہیں ہے کہ کسی شخص پر زنا کی تہمت لگائی جائے، اگر اتہام حقیقت پر مبنی ہو اور مفاد عامہ میں لگایا جائے یا شائع کیا جائے۔ یہ امر متعلقہ واقعات ہے کہ آیا یہ مفاد عامہ میں ہے یا نہیں''۔

یہ استثناء انتہائی مبہم ہے، غالباً قانون ساز افراد اس صورت کو مستثنیٰ قرار دینا چاہتے تھے کہ ''اگر عدالت کے فیصلے میں کسی کے خلاف زنا کا جرم ثابت ہو گیا تو اس کا اظہار یا اشاعت اگر مفاد عامہ میں ہو تو قذف نہیں'' لیکن اس سیدھے سادے بیان کو چھوڑ کر ایسی الجھی ہوئی عبارت تحریر کی گئی ہے، جس میں مندرجہ ذیل امور نے ابہام پیدا کر دیا ہے:

۱۔ کسی شخص پر زنا کی تہمت لگائی جائے: درحقیقت صرف اس صورت میں زنا کی تہمت قذف نہیں قرار پائے گی جبکہ کسی شخص پر زنا عدالت میں ثابت ہو گیا ہو، اس کے علاوہ قرآن کی رو سے ہر تہمت قذف ہے، لہٰذا جب تک یہ تہمت ہے اسے کسی طرح قذف سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ اتہام حقیقت پر مبنی ہو: آرڈیننس کے الفاظ یہ نہیں بتاتے کہ اس امر کا تعین کیسے ہوگا اور کون کرے گا کہ اتہام حقیقت پر مبنی ہے کہ نہیں؟

۳۔ اتہام مفاد عامہ میں لگایا جائے یا شائع کیا جائے: ان الفاظ کے ذریعے میڈیا اور پریس کے ذریعے جن بے گناہ افراد پر اتہام لگایا جاتا ہے ان کو قانونی چارہ جوئی کے حق سے محروم کر دیا گیا ہے، کیوں کہ دنیا بھر میں میڈیا کا اس امر پر اصرار ہے کہ وہ جو کچھ بھی شائع یا نشر کرتا ہے وہ مفاد عامہ میں کرتا ہے جبکہ قذف اگر حقیقت پر مبنی ہو تب بھی اس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین آمنوا لهم عذاب الیم فی الدنیا والآخرة۔ (۸)

''جو لوگ اہل ایمان میں بے حیائی کی نشر و اشاعت پسند کرتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے''

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده .(۹)

مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

نیز فرمایا:

من ستر مسلما ستره الله في الدنيا والاخرة .(۱۰)

جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

ابو داؤد میں ہے کہ ماعز اسلمی نے ھزال کے کہنے پر آکر رسول ﷺ کے سامنے اعتراف زنا کیا۔

آپ نے ھزال سے فرمایا:

لو سترته بثوبك لكان خيرا لك۔(۱۱)

اگر تو اس پر اپنا کپڑا ڈال کر اس کی پردہ پوشی کر لیتا تو تیرے لئے بہتر تھا۔

اس دفعہ میں صرف یہ استثناء ہو سکتا ہے کہ:

"اگر عدالت کے فیصلے کے مطابق کسی شخص کا جرم زنا ثابت ہو جائے تو مفاد عامہ کے تحت اسکا اظہار یا اشاعت قذف نہیں ہوگا"

کیوں کہ یہ عدالتی فیصلے کا اظہار ہے اپنی طرف سے اتہام نہیں ہے۔

اس دفعہ کا دوسرا استثناء یہ ہے کہ مجاز شخص کے سامنے نیک نیتی سے عائد کیا گیا الزام قذف نہیں ہے۔

در حقیقت یہ استثناء مزید ابہام پیدا کرنے کا موجب ہے۔ غالباً قانون ساز افراد یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ:

"اگر کوئی شخص عدالت مجاز کے سامنے کسی شخص پر الزام عائد کرتا ہے تو وہ قذف نہیں ہے"

لیکن اسی سیدھی سادی بات کو ایسے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ جن سے مفہوم کچھ کا کچھ ہو گیا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ حدود کے مقدمات میں کوئی شخص مجاز نہیں ہوتا بلکہ صرف عدالت مجاز ہوتی ہے نیز الزام کا تعلق نیک نیتی یا بدنیتی سے نہیں ہے بلکہ اس امر سے ہے کہ الزام عائد کرنے والا چار سچے گواہ پیش کر سکتا ہے یا نہیں، نیز گواہی دینے والوں کی تعداد چار ہونا ضروری ہے اور وہ چاروں قابل اعتماد ہوں۔ اگر گواہوں کی تعداد چار سے کم ہو یا چاروں قابل اعتماد نہ ہوں تو الزام خواہ نیک نیتی سے لگایا گیا ہو اور مجاز اتھارٹی کے سامنے لگایا گیا ہو حد قذف جاری ہو جائے گی۔ صرف میاں بیوی کا الزام اس سے مستثنیٰ ہے:





مدینہ منورہ میں سب سے بڑی مجاز شخصیت رسول اللہ ﷺ کی تھی۔ بخاری، ابو داؤد و مسند احمد میں ابن عباس کی روایت ہے کہ ھلال بن امیہ نے اپنی بیوی کو شریک بن سحماء کے ساتھ ملوث اپنی آنکھوں سے دیکھا اور معاملہ رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں پیش کیا، آپ نے فرمایا:

البينة او حد في ظهرك ۔(۱۲)

ثبوت لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد قذف کے کوڑے برسیں گے۔

ھلال نے کہا، اس خدا کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، میں بالکل صحیح واقعہ عرض کر رہا ہوں جسے میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا ہے، مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملے میں ایسا حکم نازل فرمائے گا جو میری پیٹھ بچالے گا، اس پر آیت لعان نازل ہوئی، جس میں میاں بیوی میں تصفیہ کا طریقہ واضح کیا گیا۔

نیز اس استثناء کی رو سے عدالت کے سامنے اگر چار سے کم تعداد میں افراد کسی کے خلاف ارتکاب زنا کی گواہی دیں یا چار افراد گواہی دیں لیکن ان میں سے بعض قابل اعتماد نہ ہوں تو گواہوں پر حد قذف جاری نہیں ہوگی، جبکہ یہ قانون درست نہیں ہے۔

اگر گواہوں کی تعداد چار سے کم ہو تو امت کا اجماع ہے کہ ان سب پر حد قذف جاری ہوگی جس کی تفصیل حد زنا کے ذیل سے گزر چکی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ کے خلاف گواہی دینے والے تین افراد ابو بکرہ، نافع اور شبل پر حد قذف جاری کر دی تھی۔

اگر ان میں سے بعض گواہ ناقابل اعتماد ہوں تو امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک قذف کرنے والا اور اس کے گواہ سب حد کے مستحق ہوں گے، البتہ حنفیہ کے نزدیک اگر گواہ فاسق ہوں تو ان کی گواہی تو قبول نہیں ہوگی لیکن قذف کرنے والا حد قذف سے بچ جائے گا۔ بہر حال یہ استثناء اسلامی تعلیمات کی رو سے غلط ہے، اسے تبدیل کر دیا جائے۔

## حد قذف میں محصن کی تعریف

قذف کی آرڈیننس کی دفعہ ۵ قذف مستوجب حد کے زیر عنوان مندرجہ ذیل اندراج ہے:

"جو کوئی بھی بالغ ہوتے ہوئے، قصداً اور بلا ابہام کسی خاص شخص کے خلاف جو محصن ہو اور جماع کرنے پر قادر ہو، قذف زنا مستوجب حد کا ارتکاب کرے تو وہ اس آرڈیننس کے احکام کے تابع قذف مستوجب حد کا مرتکب کہلائے گا"۔